پاکستان میں شریعت کے نفاذ کا تحقیقی مطالعہ

*ندرت نعیم

ABSTRACT

Pakistan was formed to establish an Islamic state hence Islamic rules were given priority in the making of the constitution as well. It was decided in objectives resolution that supreme leadership rests with God the almighty and Islamic rules were included in all the three constitutional efforts taken by Democratic governments who endoresed these Islamic provisions the shariat bill was proposed in the parliament in year 1985 but due to the non serious attitude of democratic government it could not be passed and implemented in the country. Although some Islamic features were put into practice by the military government of General Zia in the form of Hudood ordinance for Islami punishment as an effort of applying sharia law, the elected parliament was unable to incorporate it. An analysis of the reasons causing such lack of enthusian or motivation, the over all internal political situation of the country and the in sincerely of those in power is the focus of this paper.

Keywords: Pakistan, Islamic State, Islamic rules, Constitution, Democratic governments, General Zia, Hudood ordinance.

تعارف:

انسانی زندگی کے کئی پہلو ہیں۔ زمین کی وابستگی جب وسعت اختیار کرتی ہے تو سارے ملک کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہے اور ایمان کی وابستگی جب کشادہ ہوتی ہے تو وہ رنگ و نسل، زبان کی سرحدوں سے بالاتر ہو کر ساری انسانیت کو اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ انسان کی زندگی میں ایمان سے وابستگی اور اس کی ہمہ گیری اور گہرائی کو اگر سمجھ لیا جائے تو تحریک پاکستان کی تشریح اور وضاحت میں کوئی دشواری نہیں رہتی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قیام پاکستان کے مطالبے کا مقصد مسلمانوں کے سیاسی، معاشرتی، معاشی اور عقائد کے حقوق کا تحفظ بھی تھا لیکن ان حقوق کے تحفظ کا مقصد ذیلی تھا اصل مقصد سب سے اہم ایمانی تقاضے کی تکمیل تھا۔

قائداعظم نے ۱۱ نومبر ۱۹۴۵ء کو اپنی تقریر میں کہا تھا:

> مسلمانوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ جہاں انھیں اکثریت حاصل ہے وہ وہاں اور جہاں ہندوؤں کو اکثریت حاصل ہے وہ وہاں اپنے رنگ میں اپنی مرضی کے مطابق عمل پیرا رہیں۔ ہر قوم

* لیکچرر عربی، سندھ مدرسۃ الاسلام یونیورسٹی، کراچی　برقی پتا: rumairarabi@gmail.com

اپنے فلسفہ، اپنے عقائد اور اپنے کلچر کے مطابق کام کرے۔ اقلیتوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جائے گا خواہ وہ ہندو حلقے کے مسلمان ہوں یا مسلم حلقوں کے ہندو ہوں۔(۱)

اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمان نہ صرف اپنے عقیدے کے مطابق آزاد زندگی گزارنا چاہتے ہیں بلکہ وہ مکمل آزادانہ ماحول دوسرے مذاہب کو بھی دینا چاہتے تھے۔ قائداعظم نے ۸ مارچ ۱۹۴۴ء کو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

"پاکستان کے مطالبے کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے لیے ایک الگ مملکت کے مطالبے کی ضرورت کیوں پیش آئی اس کی اصل وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے اور نہ انگریزوں کی چال دراصل برصغیر میں مسلمانوں کی ایک آزاد مملکت کا قیام خود اسلام کا بنیادی مطالبہ ہے۔"(۲)

قائداعظم کا یہ اشارہ بالکل واضح ہے اور اس سے پاکستان کی نظریاتی اساس کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ پاکستان کے قیام کا مطالبہ اس لیے کیا گیا کہ یہ ہمارا ایمانی فرض بھی ہے اور دینی حق بھی۔ اسلام ہی کے تحت ہم پر ایک خود مختار مملکت کے قیام کا فرض عائد ہوتا ہے اور اسلام کے حوالے سے ہمارا یہ حق ہے کہ ہم اپنے نظریہ زندگی کے تحت اپنی اجتماعی زندگی کی تشکیل کریں اسی بنیاد پر ہم نے یہ اعلان کیا تھا کہ ہم ہندوستان میں اقلیت نہیں ہیں بلکہ ایک قوم ہیں۔

۱۱/ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو حکومت کے افسران سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے پاکستان کے نظام حکومت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:۔

"اپنے لیے ایک مملکت قائم کرنا ہمارا مقصد نہ تھا بلکہ یہ حصول مقصد کا ذریعہ تھا۔ ہم ایسی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں جہاں ہم اپنی روایات اور ثقافتی خصوصیات کے مطابق ترقی کر سکیں جہاں اسلام کے عدل و انصاف اور مساوات کے اصولوں کو آزادی کے ساتھ بر سر عمل آنے کے مواقع ملے۔(۳)

۱۴ فروری ۱۹۴۸ء کو بلوچستان میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظم نے کہا:

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اسوہ حسنہ پر چلنے میں ہے جو ہمیں قانون عطا کرنے والے نبیؐ نے ہمارے لیے بنایا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں۔"(۴)

حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک کی تعلیمات اور حضورؐ کی سیرت کی تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مذہب ہمارے لیے صرف نجی معاملہ نہیں کیونکہ مذہب کو اہل مغرب کی طرح ایک نجی معاملہ سمجھ لینے کا مطلب یہ ہے کہ

ایک اخلاقی اور سیاسی نصب العین کی حقیقت سے اسلام کا بھی وہی حشر ہو جو مغرب میں عیسائیت کا ہو گیا ہے۔ اسلام کا مذہبی نصب العین اس کے معاشرتی نظام سے الگ نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کا معاشرتی نظام اسلام کے دینی نصب العین سے ہی تخلیق پایا ہے اگر اہم ایک کو ترک کر دیں تو دیگر معاملات زندگی بھی متاثر ہوں گے۔

برصغیر ہند کے مسلمانوں کو جن تاریخی، ثقافتی، مذہبی محرکات نے ایک علیحدہ وطن کے مطالبے پر مجبور کر دیا تھا اس دباؤ کی بناء پر اور ہندوستانی مسلمانوں کی جدوجہد کے نتیجے میں برطانوی حکومت نے مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کا مطالبہ تسلیم کیا جس کی جدوجہد مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے مسلمان کر رہے تھے۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم کی قیادت میں پاکستان ایک نئی مملکت کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا اس نئی مملکت کو درپیش مسائل میں جو سب سے زیادہ مقدم تھے اس میں سب سے پہلا کام دستور کو مرتب کرنا تھا۔ دستور ساز اسمبلی کے انعقاد کے ساتھ ہی اب ضروری تھا کہ جمہوریت اور مساوات پر مبنی حکومت اب اسلامی اصولوں پر مبنی ہو۔

قیام پاکستان کے بعد پوری قوم کی خواہش تھی کہ ایک اسلامی جمہوری دستور کی تدوین جلد سے جلد مکمل ہو تاکہ وہ اس کے مطابق اپنی ریاست کے انتظامی امور چلا سکیں اسی مقصد کے لیے ایک طرف علماء اور دوسری جانب قائد اعظم کی رہنمائی میں آئین سازی کا عمل شروع ہوا۔ قائد اعظم بھی ایک جدید اسلامی جمہوری دستور چاہتے تھے لیکن پاکستان میں آئین کی تکمیل سے پہلے ہی قائد اعظم اس دنیا سے رخصت ہو گئے ان کے جانشینوں نے معاملات کو حل کرنے میں کوئی دلچسپی نہ لی اور مسائل میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور دستور سازی پر بھی توجہ نہیں دی گئی جس کی وجہ سے غیر مذہبی اور لادینی دستور کے لیے آوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں۔

پاکستان کی آزادی کے وقت قانون آزادی ہند ۱۹۳۵ء نافذ کیا گیا یہ دستور انگریزوں نے اپنے مخصوص مقاصد کے حصول اور مفادات کے لیے بنایا تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا مودودی نے پاکستان میں اسلامی دستور نافذ کرنے کے لیے کوششیں کیں اور اس سلسلے میں مولانا ظفر احمد عثمانی نے ۱۹۴۸ء میں قائد اعظم سے مشرقی پاکستان کے دورے کے موقع پر ملاقات کی کہ ملک میں اسلامی دستور بنایا جائے۔(۵)

قرارداد مقاصد

۹ مارچ ۱۹۴۹ء کو پاکستان میں اسلامی دستور سازی کی جانب ایک قدم اٹھایا گیا(۶)۔ اس کو ایک قرارداد کی شکل میں پیش کیا گیا جس کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے منظور کیا اس قرارداد میں وہ رہنما اصول مقرر کیے گئے جن پر آگے چل کر ریاست پاکستان کے دستور کی بنیاد رکھی جانی تھی۔ قیام پاکستان کا مقصد ایک ایسی ریاست کا قیام ہے جس کا نظام قرآن مجید اور رسول کی سنت پر مبنی ہو گا تمام مسلمان اسلامی نظام حیات کے مطابق امن وسکون کی زندگی بسر کر سکیں گے۔

اقتدار اعلی کا تصور جو علم سیاسیات اور دستوری تاریخ میں مرکزیت کا حامل ہے مغربی نقطۂ نظر کے مطابق اقتدار مملکت کا اختیار کلی یا قطعی مکمل اختیار جو دائمی اور مسلسل ہو یایوں کہیے کہ حکم دینے کا سب سے اعلی اختیار جو مملکت کو حاصل ہو۔ جبکہ اسلامی اقتدار اعلیٰ کے سلسلے میں ہمیں قرآن سے رجوع کرنا ہو گا کہ اسلام اس بات کا متقاضی ہے کہ لوگ مکمل طور پر اللہ یا اللہ کے احکام یا اقتدار و اختیار کے تابع ہوں یعنی زندگی کے ہر شعبہ اور نقطہ نظر میں یہ حوالگی، سپردگی اور دست برداری ہی اسلام کے معنی ہیں۔ قرارداد مقاصد میں اسکا واضح طور پر اظہار کیا گیاہے کہ اقتدار اعلی کا مالک اللہ تعالی ہے۔ آیات قرآنی میں صاف طور پر بیان کیا گیاہے کہ اختیار و اقتدار صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔ جیسا کہ سورہ یٰسین میں ارشاد ہو تا ہے کہ:

ترجمہ: "پاک وبرتر ہے وہ خدا جس کے ہاتھ میں سارا اقتدار ہے اور اس کی طرف تم سب لوٹائے جاؤگے۔"(۷)

سورۃ لمومنون ۸۸ میں ارشاد ہو تا ہے کہ "وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اقتدار ہے۔"(۸)

اس سے واضح ہو تا ہے کہ اسلامی مملکت میں حقیقی اور مطلق اقتدار اللہ تعالی ہی کو حاصل ہے اسی کے قوانین قانون سازی کے ماخذ ہیں ایک اسلامی ریاست میں اللہ کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل درآمد کرنے کی پابند ہے۔

پاکستان کے تمام دساتیر میں واضح طور پر اس بات کی طرف نشاندہی کی گئی ہے کہ اقتدار اعلی اللہ تعالی کے پاس ہو گا اور قوانین کا سرچشمہ قرآن پاک ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کی سورۃ النساء میں ارشاد ہو تا ہے: "ہم نے تم پر ایک کتاب حقیقت یا حق یا سچائی کی اتاری ہے۔ تاکہ آپؐ لوگوں کے درمیان اللہ تعالی کی ہدایات کے مطابق عمل فرمائیں۔"(۹)

قرادادِ مقاصد کی منظوری دینا ریاست کا اہم موڑ تھا اور اس قرارداد کو منظور کروانے میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے بڑا کلیدی کردار ادا کیا اس کے منظور ہونے کے بعد مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے پاکستان کے اسلامی ریاست بن جانے کا اعلان کیا۔ قرداد مقاصد کے بعد اسلامی نظام زندگی کے قیام کی راہیں کھل گئی ہیں قرارداد مقاصد میں جمہور کو اللہ تعالی کی مقرر کردہ حدود کا پابند بنایا گیا ہے۔ یعنی مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق جس طرح قرآن و سنت میں ان کا تعین کیا گیا ترتیب دے سکیں۔ قرارداد مقاصد میں اسلامی تعلیمات کی تشریح کے ضمن میں قرآن و سنت کی قید لگا دی گئی ہے ترجمان جمہوری نظام کے لیے جو مجلس شوری کا رکن منتخب ہو گا وہ اسلام کا مقرر کردہ فرائض کا پابند ہو گا اور ملک کی سالمیت کے خلاف کام نہیں کرے گا۔ اور اپنے حلف میں اس بات کا اعتراف کرے گا کہ "وہ اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں ہو گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔ اس قرارداد میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ مملکت کے تمام حقوق و اختیارات حکمرانی عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے استعمال کریں گے یہی جمہوریت کا نچوڑ ہے کیونکہ عوام کو ان اختیارات کے استعمال کا مجاز ٹھہرایا گیا ہے اس کے ساتھ

قرارداد مقاصد میں جمہوریت، مساوات، رواداری اور سماجی عدل کے اصولوں پر زور دیا گیا ہے جمہوریت ہماری زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے اس کا اطلاق جتنا ہمارے نظام حکومت پر ہے اتنا ہی معاشرے پر بھی ہے۔ کیونکہ اسلام نے دنیا کو جن عظیم الشان صفات سے مالا مال کیا ہے ان میں سے ایک صفت عام انسانوں کی مساوات بھی ہے اور اسلام، نسل، رنگ اور نسب کے امتیازات کو کبھی اور کسی سطح پر بھی تسلیم نہیں کرتا۔

قرارداد مقاصد میں یہ بھی درج ہے کہ مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو ان اسلامی تعلیمات کے مطابق گزاریں جو قرآن مجید اور سنت رسول میں متعین ہیں اور اس امر کو ممکن بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق بنائیں تو اس پر اصولی طور پر ہمارے کسی غیر مسلم بھائی کو کسی قسم کا اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ اقلیتوں کو اپنے اپنے مذہب پر چلنے اور اس کی حفاظت کرنے یا اپنی ثقافتی اقدار کو فروغ دینے سے کسی طرح روکا نہیں جائے گا بلکہ انھیں مکمل آزادی ہو گی۔ قرارداد مقاصد میں واضح کیا کہ طرز حکومت وفاقی ہو گا مجلس دستور ساز، ان جغرافیائی وحدتوں کو ایک دوسرے سے قریب لانے اور بہتر رابطے پیدا کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے گی جن سے ہماری قوم پوری طرح متحد و منظم ہو جائے جبکہ صوبہ پرستی کے جذبات کو ابھارنے کی سخت مخالفت کی گئی ہے۔(۱۰)

اس میں تمام نکات کا ذکر کیا گیا ہے جن کو مستقبل میں ملک کی آئین سازی میں مد نظر رکھا جائے گا جس کے تحت ریاست کو مکمل طور پر اسلامی ریاست بنایا جائے گا اس کی اہمیت اس لحاظ سے بھی زیادہ تھی کہ سیاست دانوں نے اسلام کے بنیادی اصولوں کو اپنانے کا وعدہ کر لیا تھا۔

۱۹۵۶ء کے آئین کی اسلامی دفعات

۱۹۵۶ء میں پاکستان کا جب پہلا آئین بنا تو اس میں پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کی کوششیں کی گئی، آئین میں حاکمیت خدا کا واضح اعلان تھا اس دستور میں نفاذ اسلام کی بہت سی دفعات رکھی گئی تھیں۔

۱۔ پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا تھا۔

۲۔ قرارداد مقاصد کو دستور کے آغاز میں ابتدائیہ کے طور پر شامل کیا گیا تھا اسے دستور کی بنیاد قرار دیا گیا تھا۔

۳۔ خدا کی حاکمیت اعلیٰ کا واضح اعلان کیا گیا تھا۔

۴۔ ریاست کے رہنما اصولوں میں اس عزم کا اظہار کیا گیا تھا کہ پاکستان کے مسلمان شہریوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگیوں کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنے کے قابل بنایا جائے گا۔ اور انھیں قرآن کی تعلیم دینے کا بھی انتظام کیا جائے گا۔

۵۔ آئین میں حکومت کو زکوۃ اور اوقاف کا انتظام کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔

۶۔ ۱۹۵۶ء کے آئین میں صدر مملکت کے لیے مسلمان ہونا لازمی تھا۔

۷۔ دستور کے تحت نئے قوانین اسلام کے خلاف نہ ہوں گے جبکہ موجودہ رائج قوانین کو اسلامی بنانے کے لیے کوشش کی جائے گی۔

۸۔ دستور میں ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا قیام بھی تجویز کیا گیا تھا جو اسلامی احکام کی تدوین و نفاذ کے بارے میں تحقیق کرے گا۔(۱۱)

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عملی طور پر اسلامی نظام کو نافذ کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی اور جن لوگوں کے سپرد یہ کام کیا گیا وہ خود اسلامی اصولوں سے ناواقف تھے ۱۹۵۶ء کے دستور میں اسلامی دفعات میں اسلام اور سیکولرازم کے باہمی کشمکش میں اسلام جیت گیا لیکن اسلامی نظام کے نفاذ کے حامی بہت کم جبکہ سیکولر ذہن کے لوگ بااثر تھے خود صدر سکندر مرزا بھی اسلامی نظام کے حامی نہ تھے۔ اس لیے انہوں نے اس قانونی کمیشن کا تقرر آخری روز کیا جب تک ۱۹۵۶ء کا دستور نافذ رہا عملاً اس سمت کوئی قدم نہ اٹھایا کہ عملی کردار میں اسلام کا نفاذ ابھی باقی تھا۔

۱۹۶۲ء کے آئین کی اسلامی دفعات

پاکستان میں ۱۹۵۶ء کے آئین کے بعد ۱۹۶۲ء کے آئین میں بھی اسلامی دفعات کو شامل کیا گیا تا کہ ملک کو عوام کی خواہش کے مطابق یعنی اسلامی اصولوں کے مطابق چلایا جاسکے۔

۱۹۶۲ کا آئین ۱۹۵۶ء کے آئین کی ان تمام اوصاف سے خالی تھا جو اسلامی نقطہ نظر سے اس میں موجود تھیں۔ قرارداد مقاصد کو اس کی بنیادوں میں ڈالا گیا تھا مگر اس بنیاد پر جو عمارت تعمیر کی گئی تھی وہ بالکل سیکولر تھی صرف اس امر کا اقرار باقی رہنے دیا گیا تھا کہ کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو گا اور یہ کہ اسلامیات کی تعلیم لازمی ہو گی ۱۹۵۶ء کے آئین کی ایسی تمام دفعات جو اسلامی زندگی کے قیام کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی تھیں اس آئین میں شامل نہیں کی گئی۔ صدر ایوب خاں نے اسلام کی کوئی خدمت نہ کی اور انھوں نے ایسے احکامات جاری کیے جو انگریز بھی نہیں کر سکتے تھے انہوں نے مسلمانوں کے عائلی قوانین تبدیل کر ڈالے انھوں نے ایک فیملی لا کمیشن بنایا اس میں انھوں نے تعدّدِ ازدواج، طلاق، خلع، پوتے کی وراثت جیسے طے شدہ مسائل کو موضوع بحث بنایا۔(۱۲)

۱۹۷۳ء کے آئین میں بھی اسلامی دفعات کو شامل کیا گیا۔ یہ آئین پچھلے دونوں دساتیر کے مقابلے میں زیادہ اسلامی دفعات رکھتا تھا کیونکہ یہ عوامی خواہشات کا آئینہ دار تھا۔

۱۔ ریاست کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔

۲۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں بھی قرارداد مقاصد کو ابتدائیہ کے طور پر شامل کیا گیا جس میں خدا تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا تھا۔

۳۔ آئین میں واضح طور پر اعلان کیا گیا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہو گا۔

۴۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں صدر اور وزیر اعظم دونوں کے لیے مسلمان ہونا ضروری قرار دیا گیا۔

۵۔ آئین حکومت پاکستان کو قرآن پاک کی صحیح طباعت کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔

۶۔ موجودہ قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کے لیے ایک اسلامی کونسل کی تشکیل کا فیصلہ کیا گیا۔

۷۔ کسی بھی مسلمان کے لیے یہ اقرار کرنا ہو گا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو آخری نبی مانتا ہے۔(۱۳)

پاکستان کے ۱۹۷۳ء کے آئین میں اسلامی نظام کو زیادہ اہمیت دی گئی پارلیمنٹ کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتی تھی جو اسلام کے خلاف ہو آئین میں اقلیتوں کو تحفظ دیا گیا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں ریاست کو اسلامی بنانے کے لیے متعدد دفعات شامل کی گئیں تھیں لیکن اس کے باوجود عوام کی خواہش تھی کہ مزید قوانین نافذ کیے جائیں تاکہ قیام پاکستان کا مقصد حاصل ہو سکے اسی مقصد کے لیے ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں دھاندلی کے خلاف جو تحریک چلی اس میں عوام کی خواہش تھی کہ ایسی حکومت بر سر اقتدار آئے جو ملک میں اسلامی نظام کو نافذ کرے اور اسی خواہش کے پیش نظر ۱۹۷۷ء میں جو فوجی سربراہ جنرل ضیاء الحق بر سر اقتدار آئے انھوں نے عوام کی خواہش کے مطابق ریاست کو اسلامی بنانے کے لیے زیادہ جدوجہد کی اور جنرل ضیاء الحق ءنے اقتدار میں آکر ایسی فضا پیدا کر دی جس میں اسلام پر عمل کرنا ممکن ہوا کیونکہ اس سے پہلے آئین میں دفعات تو شامل کی گئی تھیں مگر عملی طور پر ہمیں اس کا نفاذ نظر نہیں آتا تھا معاشرے میں بہت سی سماجی برائیاں پیدا ہو گئی تھیں اس ماحول میں معاشرے میں نفاذ اسلام کے لیے فضا کو سازگار بنانا ضیاء الحق کا بڑا کارنامہ تھا اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ خود اسلام سے بڑی محبت کرتے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ ملک میں اسلام نافذ ہو۔ آپ خود شعائر اسلام کی پابندی کرتے، نماز کو اہتمام سے پڑھتے جنرل ضیاء الحق نے ماحول کو اسلامی نظام کے لیے سازگار بنانے کے لیے اقدامات کیے۔

کسی بھی ملک کو اپنی ثقافت اور مذہب کے مطابق بنانے کے لیے اس کے نشر و اشاعت کے ادارے اہم کردار ادا کرتے ہیں اس سلسلے میں جنرل صاحب نے ریڈیو، ٹی وی پر سے غیر اخلاقی ڈراموں، گانوں کے پروگراموں کی جگہ اسلامی پروگراموں کو پیش کرنے کی ہدایات دیں ریڈیو اور ٹی وی پر اذان نشر کرنے کا اہتمام کیا گیا۔ رمضان، محرم اور دیگر مذہبی مواقع پر بھی پروگراموں کا اہتمام کیا جاتا۔ ریڈیو اور ٹی وی پر عوام کے اخلاق و کردار کی بلندی کے لیے پروگرام پیش کیے گئے۔

ملک کو اسلامی ریاست بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ملک کے سیاسی نظام کو بھی اسلامی بنایا جائے تا کہ کسی بھی طرز کی حکومت اسلام کو نافذ کرنے کی اہل ہو سکے۔

مارشل لا حکومت میں عوام کی مقبولیت حاصل کرنا مشکل ہو تا ہے۔

عوام سے منتخب ہونے والی حکومت کو ہر شہری پسند کرتا ہے اس لیے جنرل ضیاء صاحب نے ایک ایسا مشاورتی ادارہ قائم کیا جس میں ہر مکتب فکر سے علماء اور رہنماؤں کو شامل کرکے ایک مجلس شوری بنائی جس میں شامل رہنماؤں کا کردار قومی زندگی میں صاف شفاف ہو وہ اعلی کردار کے مالک ہوں جو اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے مخلص ہو اور جو عوام کی خواہشات کو پورا کر سکیں۔ اس کا کام صرف سفارشات مرتب کرنا تھا۔ مجلس شوری حکومت کے کاموں میں دخل نہیں دیتی تھی جس کی وجہ سے وہ کوئی مقام نہ بنا سکی اور عوام اور حزب اختلاف کی تنقید کا نشانہ بنی۔

پاکستان کی تاریخ کا طویل ترین مارشل لاء جنرل ضیاء الحق کا ہی تھا اس دور میں انھوں نے اسلامی ریاست بنانے کے لیے قوانین بنائے انہوں نے ہمیشہ پاکستان کو قائداعظم علامہ اقبال اور برصغیر کے مسلمانوں کی خواہشات اور امنگوں کے مطابق ایک مثالی اسلامی جمہوریت اور فلاحی مملکت بنانے کا عزم کیا۔

ملک کو مکمل اسلامی ریاست بنانے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کیے گئے

۱۲ ربیع الاول بمطابق ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء کو ایک آرڈیننس کے ذریعے ملک کو اسلامی بنانے کے لیے اقدامات کیے گئے۔

اس میں ملک سے سود سے پاک بنکاری، صلوٰۃ کا نظام قائم کیا جبکہ تعلیمی اداروں میں باجماعت نماز ادا کرنے کی ہدایات جاری کی گئیں اس کے علاوہ اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل نو کی گئی اس میں مستند علماء اور ماہرین قانون شریعت کو شامل کیا گیا ۱۹۸۱ء میں رمضان المبارک کے احترام کے لیے خصوصی آرڈیننس جاری کیا گیا ضرورت مند لوگوں کی شکایات اور جلد انصاف کے لیے محکمہ احتساب قائم کیا گیا ملک میں موجود قوانین کو شریعت کے مطابق بنانے کے لیے وفاقی شرعی عدالت کا قیام عمل میں لایا گیا اس میں عدالت کو فیصلے بہت تیزی سے کرنے کی ہدایات دی گئیں ملک کے تعلیمی نصاب میں بھی تبدیلیاں کی گئیں اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کو لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھایا جانے لگا۔ فقہ اور قانون شریعت پر تحقیق کے لیے اسلام آباد میں اسلامی یونیورسٹی قائم کی گئی۔(۱۴)

جب تک جنرل ضیا الحق برسر اقتدار رہے وہ اسلامی نظام کے نفاذ کی کوششیں کرتے رہے انہیں اسلامی نظام کے نفاذ میں تنقید کا بھی سامنا کرنا پڑا کیونکہ مخالفین کا خیال تھا کہ ان کا کام انتخابات کروا کے منتخب حکومت کو اقتدار سپرد کرنا ہے لیکن انھوں نے ملک کو اسلامی بنانے کے لیے ہر ممکن کوششیں کیں۔

۱۹۸۵ء میں غیر جماعتی بنیاد پر انتخابات ہوئے لیکن بعد میں جماعتی شکل اختیار کر لی یعنی انتخابات اور جمہوری حکومت کے قیام سے بھی نفاذ اسلام کے سلسلے میں کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی پھر جنرل ضیاء نے اپنے ہی تشکیل کردہ نظام کے تحت قائم کی گئی حکومت کو برطرف کر دیا کیونکہ آپ مسلسل ملک میں شعائر اسلام اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوششیں اور اقدامات کر رہے تھے جس سے ملک میں اسلامی تشخص اجاگر ہوا۔ ۱۹۸۱ء میں ضیاء الحق نے ایک مجلس شوریٰ نامزد کی جس کے ذمہ تھا کہ وہ اسلامی نظام کے قیام کے عمل کو تیز کرے اور ایک اسلامی جمہوریہ کے لیے لائحہ عمل مرتب کرے۔

ضیاء الحق نفاذ اسلام کے وعدہ کے تحت مسند اقتدار پر قابض ہوئے تھے اور نفاذ اسلام کا یہ عمل ان کی پہچان بن گیا۔ ایک مسلم اور غیر مسلم معاشرے میں اصل فرق مسلم معاشرے کا قرآن و سنت پر مبنی قانون اور اس کا ضابطہ اخلاق ہے۔ ایک مسلمان اور کافر کے درمیان فرق صرف کلمہ کا ہے جو ہمارے اور ان کے الگ الگ کردار اور شخصیتوں کو جنم دیتا ہے اور الگ الگ معاشرے اور ریاستیں قائم کرتا ہے اسلام اس معاملے میں بہت حساس ہے کہ ایمان کا رشتہ اگر باقی نہ رہے تو پھر کسی رشتے کی کوئی اہمیت نہیں اتنی بنیادی اور اہم چیز کے پیش نظر اس قانون اور بل کے ذریعے اس بات کی کوششیں کی جاتی رہی ہیں کہ شریعت کا جو مقام ایک مسلم معاشرے اور ریاست میں ہونا چاہیے اسے ہم تسلیم کریں اور نافذ کریں اور اپنے عمل کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

"جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں" (۱۵)

"جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں" (۱۶)

اسلامی ریاست میں تمام فیصلے قرآن و سنت کے مطابق ہی کیے جاتے ہیں کیونکہ نفاذ شریعت کے سامنے خود حاکم بھی مجبور ہے اور قرآن میں واضح ہدایات ہیں کہ "کسی حکمران کو بھی قرآن و سنت سے روگردانی کی اجازت نہیں"۔ (۱۷)

ملک میں شریعت بل کی ضرورت اس لیے محسوس کی گئی کہ کتاب و سنت کی تعمیل کے اصولوں کو واضح طور پر بیان کیا جائے۔ مجلس قانون ساز اور عدلیہ دونوں کو اسلام کی دی ہوئی ان آیات کی پیروی کرنے کے قابل بنایا جائے یہ اصول تعمیل و تشریح کے مسلمہ اصول ہیں۔ اسلام میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے قرآن عقیدۂ توحید کی جو تشریح کرتا ہے اسکے تحت خدائے وحدہ لاشریک صرف مذہبی معنوں ہی میں معبود نہیں بلکہ سیاسی اور قانونی مفہوم کے لحاظ سے بھی حاکم مطلق ہے خدا کی قانونی حاکمیت کو قرآن اتنی ہی وضاحت اور اتنے زور دے کر پیش کرتا ہے جیسے اس نے خدا کی مذہبی معبودیت کا عقیدہ پیش کیا ہے۔ (۱۸)

شریعت بل

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بد قسمتی رہی ہے کہ جب بھی جمہوری حکومتیں وجود میں آئیں انھوں نے اسلامی نظام کے لئے کوششیں نہیں کیں ملک میں کئی مرتبہ کوششیں کی گئیں کہ شریعت نافذ کی جائے اس مقصد کے لیے ۳۰ جولائی ۱۹۸۵ء کو مولانا سمیع الحق نے پرائیویٹ بل کی حیثیت سے شریعت بل کو پیش کیا تھا اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ محض بل پاس ہونے سے شریعت نافذ نہیں ہو جائے گی اسے نافذ کرنے کے لیے بہت کچھ درکار ہوتا ہے کہ ریاست یا ملک کے نظام قانون کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ قانون کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی شریعت کی بالادستی کو تسلیم کرنے کا اعلان کرے یہ بل اسی مقصد کے تحت یہاں لایا گیا تھا۔ اس بل میں واضح طور پر کہا گیا تھا کہ:

۱۔ کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا مقننہ شریعت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں کر سکتی۔ شریعت کی بالادستی کے معنی یہی ہیں کہ ان احکامات کے خلاف کوئی حکم نہ ہو جو احکامات شریعت نے دیئے ہیں۔

۲۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ عدالتیں شریعت کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کرنے کی پابند ہوں گی کسی بھی اسلامی نظام میں شریعت کی بالادستی کے لیے یہ لازمی اصول ہے کہ حکومت کے تمام احکامات اور حکومتی عملہ شریعت کا خود پابند ہو اور اپنی زندگی کے معاملات اور سرکاری فرائض کی انجام دہی میں شریعت کے مطابق چلائے۔

۳۔ تیسرے اصول میں وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ کو وسیع کرنے کے بارے میں کہا گیا ہے اور تمام افراد کا بلا امتیاز احتساب ہو گا۔

اگرچہ ایک اسلامی مہذب معاشرے کی ضرورت اور قرآن وسنت کا واضح تقاضا تھا کہ شریعت بل منظور کیا جاتا مگر اس میں تاخیری حربے استعمال کیے گئے اور کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا ایک مہینے کے اندر کمیٹی اپنی رپورٹ دیتی ہے مگر وہ اس میں ناکام ثابت ہوئی اس طرح اس کے لیے کوئی بھی سنجیدہ کوششیں نہیں کی گئیں۔

جنرل ضیاء الحق نے ملک میں نفاذ شریعت کو اپنی زندگی کا بنیادی اصول بنایا جب ۱۹۸۵ء میں عام انتخابات کے نتیجے میں وزیراعظم جونیجو برسراقتدار آئے اور جمہوری نظام قائم ہوا اور انہوں نے نفاذ شریعت کے لیے کوئی قابل ذکر کام نہ کیا تو صدر ضیاء الحق نے اپنے ہی تشکیل کردہ نظام کے تحت قائم کی گئی حکومت کو برطرف کر دیا کیونکہ آپ مسلسل ملک میں شعائر اسلامی کے نظام کے نفاذ کے لیے کوششیں اور اقدامات کر رہے تھے جس سے ملک میں اسلامی تشخص اجاگر ہوا۔ اور حکومت کی برطرفی کی بڑی وجہ بھی یہی تھی کہ وہ صدر جنرل ضیاء الحق کا اسلامی نظام کے نفاذ میں ساتھ نہیں دے رہی تھی اس لیے صدر مملکت نے ۱۵ جون ۱۹۸۸ء کو شریعت آرڈیننس جاری کر دیا جس کے تحت

۱۔ شریعت کو ملک کا اعلیٰ ترین قانون قرار دیا گیا۔ وفاقی شرعی عدالت کو یہ اختیار دیا گیا کہ رائج قوانین کے بارے میں فیصلہ کر سکے کہ وہ شریعت سے متصادم نہ ہو۔

۲۔ ماہرین تعلیم، صحافیوں، علماء پر مشتمل ایک تعلیمی کمیشن بھی تجویز کیا گیا تاکہ تعلیمی نظام میں اصلاحات کی جائے۔

۳۔ ملک کے نشریاتی اداروں کے ذریعے اسلامی اقدار کو جاگر کیا جائے۔

۴۔ شرعی قوانین کی تعلیم اور ترقی کے لیے شریعت اکیڈمی کے قیام، سمیناروں کے انعقاد کے علاوہ دوسرے اقدمات تجویز کیے گئے۔

شریعت آرڈیننس سے پتہ چلتا ہے کہ صدر مملکت ضیاء الحق اسلام کے بارے میں کسی قیمت پر کوئی سمجھوتہ کرنے کو تیار نہ تھے اس کے لیے انہوں نے عوام کی منتخب جمہوری حکومتوں کو برطرف کیا ان کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ ایک مثالی اسلامی جمہوریت اور فلاحی مملکت بنائی جائے اس مقصد کے لیے آپ نے نظام زکوۃ و عشر، شریعت آرڈیننس، بلا سودی نظام، شریعت کورٹ اور اسلامی نظریاتی کونسل وغیرہ انکی بہترین کاوشیں ہیں جو ملک کو اسلامی ریاست بنانے کے لیے کی گئیں۔(۱۹)

اس پر اعتراض کیا گیا کہ اس کو ایک صدارتی آرڈیننس کے طور پر نافذ کیا گیا حقیقت میں شریعت کا نفاذ اس قوم کے دل کی آواز ہے اسے جمہوری عمل کے ذریعے سے ہونا چاہیے تھا جمہوریت کو پروان چڑھانا اس ملک میں ضروری ہے اس وقت قومی اسمبلی موجود نہیں تھی اور سینٹ بل پاس نہیں کر سکتی تھی اس لیے یہ قدم آرڈیننس کے ذریعے اٹھایا گیا ملک کا ایک طبقہ اس شریعت آرڈیننس کے خلاف تھا وہ ملک میں سیکولر نظام چاہتا تھا اس لیے اس سے جو وہ مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے اس میں ان کو کامیابی حاصل نہ ہو سکی لیکن اس سے انکار بھی ممکن نہیں کہ ان اقدامات سے ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنے میں عوامی شعور پیدا ہوا۔

جمہوری دور کا آغاز اور شریعت بل

صدر ضیاء الحق کی وفات کے بعد ملک میں جمہوری دور کا آغاز ہوا پھر شریعت بل اور نفاذ شریعت کی کوششیں کی گئیں کیونکہ ایک غلط فہمی یہ پیدا ہو گئی تھی کہ نویں ترمیمی بل کو ہی دوبارہ شریعت بل کہا گیا جو نفاذ شریعت کے لیے آیا تھا یہ پارلیمنٹ اور عوام کو غلط تاثر دینے کے مترادف تھا اس کا کوئی تعلق شریعت بل سے نہیں تھا(۲۰) جس کے مولانا سمیع الحق محرک تھے۔ اس بل کا مقصد ملک میں مکمل طور پر شرعی نظام کا نفاذ اور ملک کی تمام عدالتوں کو شریعت بل کا پابند بنانا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ قانون سازی کے ذریعے شریعت کے سلسلے میں قانون سازی نہ بھی کی جائے تب بھی شریعت اس ملک کا قانون بن جائے اور عدالتیں اس کے مطابق فیصلے کریں۔ لیکن اس پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی اب جمہوری حکومت کو جن مسائل کا سامنا تھا ان میں یہ شریعت بل بھی تھا کیونکہ یہ بل ۱۹۸۵ء میں جونیجو دور میں سینٹ میں پیش کیا گیا تھا مگر مسلم لیگ کی عدم دلچسپی کی وجہ سے اس کو منظور نہیں کیا گیا اب ۱۳ مئی ۱۹۹۰ء کو متفقہ طور پر سینٹ میں منظور کر لیا گیا تھا صدر مملکت غلام اسحاق خاں نے اس بارے میں کہا کہ

"سینٹ میں اتفاق رائے سے منظور کیے جانے والے شریعت بل سے قوم کو فائدہ پہنچے گا۔" (۲۱)

اب یہ امید پید ہوگئی تھی کہ جلد قومی سمبلی سے بھی منظور ہو جائے گا لیکن بر سر اقتدار جماعت پیپلز پارٹی نے اور ان کے وزراء نے تنقید کا نشانہ بنایا کہ سینٹ میں منظور کیا جانے والا شریعت بل دستور پاکستان کے منافی ہے اور اس کی منظوری یکطرفہ ہوئی ہے اس بل کے محرکین کا تعلق ایک مکتبہ فکر سے ہے جبکہ ملک میں دوسرے فرقے بھی موجود ہیں۔ اس بل کو موجودہ صورت میں نافذ کرنے سے فرقہ وارانہ کشیدگی اور اختلافات پیدا ہوں گے اور اس کو دستور پاکستان سے متصادم بھی قرار دیا گیا۔ جبکہ حزب اختلاف کے قائد نواز شریف نے کہا پاکستان کے عوام ہر قیمت پر ملک میں اللہ کے قانون کا نفاذ چاہتے ہیں۔ (۲۲) اس کے برعکس ملک کی وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا کہ حکومت شریعت بل کی حمایت نہیں کرے گی ہم قومی اسمبلی میں اس کے حق میں ووٹ نہیں دیں گے کہ حکومت کسی ایسے معاملہ میں فریق نہیں ہو سکتی کہ جس سے منتخب پارلیمنٹ اپنے اختیارات سے محروم ہو جائے مگر یہ بل قانون بننے کے لیے مقررہ وقت میں قومی اسمبلی نہ بھیجا جاسکا جس کی وجہ سے یہ قانون نہ بن سکا۔

شریعت بل پر صدر مملکت نے مثبت رویے کا اظہار کیا۔ اسلام ہماری بنیاد ہے اور یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور اس سے وابستگی کے سہارے ہی قائم رہ سکتا ہے اور اس کے ذریعے ہی ملک سے تمام سماجی برائیوں کا خاتمہ ہو سکے گا۔ شریعت بل کسی ایک ذات کا مسئلہ نہیں اللہ کا قانون ہے ایک دائمی ہدایت ہے جو سارے مسلمانوں کو دی گئی ہے۔ اس کو ملک میں نافذ کرنا بڑی سعادت کی بات ہو گی۔ مسلم لیگ کی حکومت نے ذمہ داری کا مظاہرہ نہیں کیا جبکہ موجودہ حکومت کی جانب سے سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ سینٹ میں اور قومی اسمبلی دونوں کے اجلاس برخاست کر دیے گئے جس کی وجہ سے مقررہ وقت ختم ہونے کی وجہ سے مزید کارروائی ممکن نہ ہو سکی یہ ایک پہلی ضرب تھی جمہوری حکومت کی طرف سے جو شریعت بل پر لگی۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ حکومت کے ذمہ دار افراد نے شریعت بل کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کیے اگر قانون میں کوئی کمی تھی تو اس کو دور کیا جاسکتا تھا لیکن جو زبان استعمال کی گئی وہ اسلام کے خلاف بغاوت تھی۔ جمہوری عمل کو جاری رکھنے کے لیے ۲۴ اکتوبر کو قومیا سمبلی کے انتخابات ہوئے اس میں اسلامی جمہوری اتحاد کو واضح کامیابی حاصل ہوئی اور اس اتحاد کے سربراہ محترم نواز شریف نے حکومت تشکیل دی۔ ۲۳ مارچ ۱۹۹۱ء کو یوم پاکستان کے موقع پر وزیر اعظم نواز شریف نے تین نکات (اسلام، جمہوریت اور صنعتی انقلاب) کو اپنی حکومت کی ترجیح قرار دیا۔ (۲۳) اس کا مقصد ملک میں اسلامی شریعت کے نفاذ کا آغاز کر کے ملک میں جمہوریت کو استحکام دینا اور صنعتی انقلاب کے ذریعے عوام کو معاشی خوشحالی کی راہ پر گامزن کرنا تھا۔ نواز شریف نے اسلام کو اپنی ترجیح قرار دیا کیونکہ پاکستان میں شریعت کے نفاذ کا مطالبہ اور

جدوجہد ایک طویل تاریخ رکھتا ہے دستوری سطح پر پاکستان کے علماء شروع سے ہی اس بات کے لئے کوشاں رہے کہ شریعت کو دستور اور قانون کا درجہ دے کر معاشرے کو قیام پاکستان کے مقاصد سے ہم آہنگ کیا جائے اس مقصد کے لیے محترمہ بے نظیر بھٹو نے سینٹ میں شریعت بل مئی ۱۹۹۱ کو منظور کیا مگر یہ بل قانون بننے کے لیے مقررہ وقت میں قومی اسمبلی میں نہ بھیجا جا سکا جسکی وجہ سے یہ قانون نہ بن سکا حکومت وقت کے لیے ضروری تھا کہ اسکو قومی اسمبلی سے منظور کرواتی مگر نواز شریف کی حکومت نے تو اس بل کو قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا بلکہ ایک نیا بل اسمبلی میں متعارف کروایا لیکن اسکو تمام دینی جماعتوں کی حمایت حاصل نہ ہو سکی اسکی وجوہات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ نئے بل میں قرارداد مقاصد کی دفعات کو حذف کر دیا گیا۔

۲۔ صدر اور وزیراعظم کے لیے شرعی فرائض کی پابندی کی دفعات بھی نکال دی گئیں۔

۳۔ حتمی وعدے کے باوجود قرآن و سنت کو ملک کا برتر قانون بنانے کے لیے ترمیم پیش نہیں کی گئیں۔

۴۔ سود کے سدِباب کے لیے کچھ نہیں کیا گیا۔(۲۴)

حکومت نے شریعت بل کو قومی اسمبلی میں پیش کیا اراکین اسمبلی نے اسکو منظور کر لیا۔ جب یہ بل قومی اسمبلی میں پیش ہوا تو جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے پاکستان نے مشترکہ ترامیم پیش کی تھیں جبکہ پاکستان جمہوری اتحاد شریعت بل کی مخالفت کر رہا تھا۔ مہاجر قومی موومنٹ اور اسلامی نظریہ رکھنے والی جماعت جمعیت علمائے اسلام نے کاروائی میں حصہ نہیں لیا۔ جماعت اسلامی نے بل کی حمایت اس وعدے پر کی تھی کہ بعد میں اس میں جو خامیاں ہیں اس کو دور کر دیا جائے گا۔

دینی جماعتوں نے سودی لین دین کو باقی رکھنے پر سخت احتجاج کیا تھا کیونکہ ایک ایسے بل جس میں سودی کاروبار کی اجازت ہو اسے کسی طرح بھی شریعت بل نہیں کہا جا سکتا جنہوں نے اس بل کی حمایت میں ووٹ دیا وہ بھی سودی نظام کو برقرار رکھنے پر سخت ناراض تھے اور انہوں نے بھی حکومت سے مطالبہ کیا کہ بل میں ترمیم کر کے سود کی لعنت سے قوم کو نجات دلائیں۔ ان حالات میں جب بل سینٹ میں پیش کیا گیا تو جماعت اسلامی نے بل کی خامیوں کی طرف نشاندہی کی۔ حکومت نے اتحاد میں شامل جماعتوں سے درخواست کی کہ بل جلد منظور کروانے میں ان کا ساتھ دیں اور یقین دلایا کہ خامیوں کو جلد ترمیمی بل کے ذریعے دور کر دیا جائے گا۔ ۲۸ مئی کو شریعت بل کو کثرت رائے سے منظور کر لیا گیا۔ شریعت بل کی منظوری کے بعد یہ توقع ہو گئی تھی کہ حکومت جلد مجوزہ قوانین کی تدوین اور منظوری میں بغیر کسی تاخیر کے فوری کاروائی کی جائے گی کہ ملک میں عملاً ایک اسلامی فلاحی ریاست کا قیام عمل میں لایا جا سکے جس سے معاشرتی، معاشی اور عدالتی انقلاب کی راہ ہموار ہو سکے جس سے ملک میں برائیوں کو ختم کرنے میں

مدد ملے گی اور رشوت، غربت کا خاتمہ ہوسکے گا صدر مملکت نے کہا کہ شریعت کے نفاذ سے قوم کو بدعنوانی اور وسائل کے ضیاع سے نجات مل جائے گی اور ہر شخص چاہے وہ منتخب نمائندہ ہو یا سرکاری افسر اسکا احتساب ہوسکے گا۔(۲۵)

لیکن در حقیقت شریعت بل کی منظوری سے ریاست میں بدعنوانیوں، معاشی ناہمواریوں اور جُرم سے نجات نہ مل سکی عوام کو انصاف نہ ملا جسکی توقع عوام کو تھی۔ دراصل شریعت بل اسلامی نظام کے نفاذ کا ایک راستہ ہے جس پر حکومت اور عوام اگر خلوص سے عمل کریں تو وہ منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں کیونکہ شریعت بل کی منظوری سے ملک میں نفاذ شریعت کا آغاز ہوا ہے تبدیلی جلد ممکن نہیں ہے ابھی صرف سمت کا تعین ہوا ہے کہ پاکستان کو کس سمت لے کر چلنا ہے کیونکہ پاکستان اسلامی شورائی اور جمہوری نظام کا علمبردار ہے، وزیر اعظم نواز شریف نے جماعت اسلامی سے وعدہ کیا تھا کہ بل کی خامیوں کو ترمیم کے ذریعے ختم کر دیا جائے گا مگر وہ پورا نہ ہوا جسکی وجہ سے انہیں اس بات کا احساس رہا کہ حکومت نے ان کے لیے مشکلات پیدا کر دی ہیں کیونکہ ان کے اوپر نہ صرف پارلیمنٹ بلکہ باہر بھی ان کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور اسکی حمایت کرکے انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔

شریعت بل منتخب کمیٹی کے اعتراضات کے بعد حکومت کی طرف سے ہی مختلف اعتراضات کے ساتھ سپریم کورٹ میں رِٹ دائر کر دی گئی یوں اسکے عملی نفاذ کا کام ممکن نہ ہوسکا۔

ملک میں ۱۹۹۷ء میں انتخابات کے ذریعے مسلم لیگ (ن) نے واضح اکثریت حاصل کر لی تو پاکستان کے عوام کی دلی خواہش کے تحت ۲۸ اگست ۱۹۹۸ کو وفاقی حکومت نے قرآن و سنت کہ بالادستی قائم کرنے کے لیے آئین میں ۱۵ویں ترمیم کا بل قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ اسمیں واضح طور پر کہا گیا کہ:۔

۱۔ کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کے بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہیں اور اس میں پاکستان کی ریاست کو اس کے جمہور کے توسط سے ان کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے جو اختیار و اقتدار اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق دیا ہے وہ ایک مقدس امانت ہے۔

۲۔ قرارداد مقاصد کو دستور کا اساسی حصہ بنادیا گیا اور کیونکہ اسلام پاکستان کا ریاستی مذہب ہے اور ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس قابل بنائے کہ وہ اپنی زندگی کو اسلام کے بنیادی اصولوں اور نظریات کے مطابق جس طرح قرآن و سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے ترتیب دے سکیں۔

۳۔ قرآن پاک اور رسول کی سنت کو پاکستان کا اعلیٰ ترین قانون قرار دیا گیا۔

۴۔ یہ ترمیم اسلام کے اصول امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مطابق ہوگی۔(۲۶)

اس بل کو کثرت رائے سے منظور کر لیا گیا جبکہ حزبِ اختلاف نے اس کا بائیکاٹ کیا۔ وزیر اعظم نواز شریف نے کہا "اللہ ہمارے ساتھ ہے اور اگر اب بھی میں برائی کو دیکھ کر اسے ختم نہ کر سکوں تو میرے اقتدار میں رہنے کا ملک و قوم کو کیا فائدہ ہو گا اس کا مقصد عوام کو فوری انصاف فراہم کرنا ہے"۔(۲۷)

قومی اسمبلی نے بل کی منظوری دے دی مگر جن جماعتوں نے اسکی مخالفت کی انہوں نے حکومت پر الزام لگایا کہ حکومت اسکے ذریعے اپنے اختیارات بڑھانا چاہتی ہے اور اپنے اقتدار کو طول دینا چاہتی ہے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق قرآن و سنت ملک کا برتر قانون ہے مگر اس پر عمل کا فقدان ہے ملک میں ہر فرد اسلامی نظام کے نفاذ کا خواہش مند ہے اب حکومت کے لیے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف خود اس پر عمل کرے بلکہ عوام کو بتائے کہ شریعت کے نفاذ کے پیچھے حکومت کے کوئی دنیاوی عزائم نہیں ہیں اور شریعت بل کی بنیاد نیک نیتی پر ہے۔ شریعت بل کے تحت حکومت کے کسی بھی حکم کو کسی عدالت میں صرف اس صورت میں چیلنج کیا جا سکے گا کہ وہ قرآن و سنت کے منافی ہے جبکہ حکومت اسکا دفاع کرے گی اور مخالفین اس پر تنقید کریں گے۔ اگر کوئی حکم آئین سے متصادم ہو تو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے اراکین سادہ اکثریت سے اسے کالعدم قرار دے سکتے ہیں۔ سیاسی حلقوں نے اس پر اعتراض کیا کہ حکومت وقت آسانی سے آئین میں بنیادی تبدیلیاں کر سکتی ہے اس سے وفاق کو نقصان ہو گا اسکے تحت وزیر اعظم کو بھی خصوصی اختیارات حاصل ہوں گے۔

سینٹ میں حکومت کو مطلوبہ اکثریت حاصل نہ تھی وہ یہاں سے جلد منظوری چاہتے تھے انہوں نے عوام پر زور دیا کہ وہ سینٹ سے بل منظور کروانے کے لیے اپنا دباؤ استعمال کریں اس پر سینٹ کے اراکین نے احتجاج کیا کیونکہ آئین سازی اور قانون جیسے انتہائی اہمیت کے حامل کام کو ذمہ داری سے ادا کرنا چاہیے ان پر بیرونی دباؤ ڈال کر آئین سازی کرانے کی کوششیں کرنا جمہوری اقدار سے انحراف تھا اور اس سے وفاق کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ محترم وزیر اعظم نواز شریف تمام اختیارات حاصل کرنا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے سینٹ کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کی جو کہ کسی طرح بھی ملک کے مفاد میں نہ تھا۔ پندرہویں ترمیم کے بل پر سیاستدانوں نے اسکی مخالفت کی بلکہ مذہبی حلقوں اور اقلیتوں نے بھی اسکی حمایت نہیں کی تھی۔

جبکہ وزیر اعظم نواز شریف کا کہنا تھا کہ وہ نظام حکومت نہیں بدلنا چاہتے تھے "میری خواہش تھی کہ فرقہ پرستی، انتہاپسندی، اور انصاف میں تاخیر کے حوالے سے قانون سازی کی جائے شریعت بل کے حوالے سے کچھ تحفظات آئے تھے جس کے بعد ہم نے اسکو منظور کروانے پر زور نہیں دیا تھا"۔(۲۸)

قومی اسمبلی سے منظوری کے باوجود سینٹ میں مطلوبہ اکثریت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے شریعت بل قانون نہ بن سکا اسمیں حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں ہی شریک تھے کہ ان کی جانب سے کوئی سنجیدہ کوشش مل کر

نہیں کی گئیں کہ اس کو پاس کروائیں تاکہ ملک کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی ریاست بنایا جائے اور عوام کے مسائل کو حل کیا جائے اور ملک سے بدعنوانیوں کا خاتمہ کیا جائے۔

پاکستانی سیاست میں عزت اور منصب کا معیار برادری، سرمایہ، زبان اور نسل ہے جبکہ قرآن اور سنت میں عزت اور منصب کا معیار تقویٰ یعنی پرہیزگاری ہے یہ مسلم سیاست کے بنیادی سنہری اصول ہیں جن کے علامہ اقبال اور قائداعظم علمبردار تھے جب کسی مسلم معاشرے کا سیاسی اور معاشی نظام قرآن و سنت کے بنیادی اصولوں کے برعکس ہو تو ریاست انتشار، نفاق، فساد، نفسانفسی، مفاد پرستی، افراتفری اور جھوٹ و منافقت کا شکار ہو جاتی ہے اور پاکستان ان تمام خرابیوں کا شکار نظر آتا ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ ملک کو قرآن و سنت کے اصولوں پر چلایا جائے جو لوگ سیاسی اختیارات استعمال کریں وہ متقی ہوں، وعدہ پورا کرتے ہوں، انصاف کرنے والے ہوں، امانت اور دیانت کے علمبردار ہوں، سرمایہ دار جاگیر دار نہ ہوں، وراثتی سیاست کے خلاف ہوں تاکہ وہ صحیح معنوں میں پاکستانی سیاست کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھال کر ایک صحیح اسلامی ریاست تشکیل دے سکیں۔

مراجع وحواشی

۱۔ احمد، خورشید، پروفیسر "جمہوریت ریاست اور اسلام"، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام، ص ۱۱۵
۲۔ ظفر، حکیم، محمود احمد، "تاریخ پاکستان"، نشریات، لاہور، ص ۳۰۴ ۳۔ روزنامہ جنگ، کراچی، ۲۵ دسمبر، ۱۹۹۸ء
۴۔ جعفری، مولانا انیس احمد، "اسلامی جمہوریت"، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ص ۳۶۹
۵۔ ظفر، حکیم محمود احمد، "تاریخ پاکستان"، نشریات، لاہور، ص ۳۰۳
۶۔ Pakistan constitutional Assembly of Pakistan, Debates, March 1949, Vol. No. J.P. 100
۷۔ القرآن: سورۃ یٰسین ۳۶/۸۳ ۸۔ القرآن: سورۃ المومنون ۲۳/۸۸ ۹۔ القرآن: سورۃ النساء ۴/۱۰۵
۱۰۔ Pakistan constitutional Assembly of Pakistan, Debates, March 1949, Vol. No. J.P. 45
۱۱۔ Khan, Hamid, "Constitutional and Political History of Pakistan", Oxford University Press, P 59-60
۱۲۔ صدیقی، ڈاکٹر حفیظ الرحمن، "پاکستان سیاست اور اسلامی قانون"، اسلامی ریسرچ اکیڈمی، ص ۶۷
۱۳۔ "Constitution of Islamic Republic of Pakistan", 1973, P 173
۱۴۔ درانی، تہمینہ شہر، "مردِ مومن"، جنگ پبلشرز، لاہور، ص ۵۷ ۱۵۔ القرآن: سورۃ مائدہ ۵/۴۴ ۱۶۔ ایضاً، ۵/۴۷
۱۷۔ ایضاً، ۵/۴۸ ۱۸۔ مودودی، ابوالاعلی، "اسلامی ریاست"، اسلامک پبلیکیشنز، ص ۴۶۳
۱۹۔ احمد، خورشید، پروفیسر "جنرل ضیاء کے آخری دس سال"، جنگ پبلشرز، ص ۳۶۲
۲۰۔ احمد، خورشید، پروفیسر "جمہوریت ریاست اور اسلام"، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام، ص ۴۷
۲۱۔ احمد، غفور، پروفیسر "وزیر اعظم بینظیر نامزدگی سے برطرفی تک"، جنگ پبلشرز، ص ۵۲۶ ۲۲۔ ایضاً، ص ۵۶۶
۲۳۔ روزنامہ جنگ، کراچی، ۲۵ مارچ ۱۹۹۱ء ۲۴۔ احمد، غفور، پروفیسر "نواز شریف کا پہلا دورِ حکومت"، جنگ پبلشرز، لاہور، ص ۱۴۷
۲۵۔ ایضاً، ص ۱۴۹ ۲۶۔ انجم، زاہد حسین، "واقعات پاکستان انسائیکلوپیڈیا"، نذیر سنز پبلشرز، ص ۲۸۰
۲۷۔ ایضاً، ص ۲۵۳ ۲۸۔ سہیل، وڑائچ، "غدار کون"، ساگر پبلشرز، لاہور، ص ۱۴۳